سوال

(16)کیا ضعیف حدیث قابل حجت ہے

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا ضعیف حدیث قابل عمل ہے اورکیا صحاح ستہ کی تمام احادیث قابل عمل ہیں اورکیا کچھ حدیثیں موضوع (من گھڑت) بھی ہیں ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

وہ ضعیف حدیث قابل عمل ہے جس کا ضعف تمام خفیف ہومثلاً کسی راوی کا حافظہ معمولی کم ہویاکچھ اورباتیں جواصول حدیث کی کتب میں مفصلابیان ہوئی ہیں دوسری شرط یہ ہے کہ وہ حدیث فضائل اعمال میں ہویعنی جس عمل کی فضیلت کے متعلق کوئی اور صحیح حدیث واردہوئی ہوتوپھر اسی عمل کی فضیلت کے متعلق کوئی خفیف ضعف کی حامل حدیث کوقبول کیا جائے گا۔

مثلاًنماز کی فضیلت اوراہمیت کتنی ہی صحیح احادیث سے ثابت ہے پھر جب اسی باب میں کوئی ایسی حدیث ہوجس میں ضعف خفیف ہواس میں نماز کی فضیلت واردہوتواسے قبول کیاجائے گامگراس میں یہ خیال ملحوظ خاطر رہے کہ اس کی نسبت جزمااوریقینی طورپررسول اکرمﷺ کی طرف نہ کی جائے۔

باقی حدیث کی ایک قسم حسن لغیرہ سے کم درجہ رکھتی ہے۔ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

باقی اعمال اوراحکام وعقائد کے متعلق محدثین ومحققین وائمہ فن بہت کڑی شروط عائد کرتے ہیں ،یعنی ضعیف احادیث سے احکام کا اثبات نہیں کرتے ،باقی صحاح ستہ میں سواء صحیحین بخاری ومسلم کے علاوہ دیگرکتب میں کچھ احادیث صحیح توکچھ ضعیف اورکچھ توسخت ضعیف ہیں مگران کا علم حدیث کے ماہرین کے علاوہ کسی کونہیں ہوگاباقی کچھ لوگ یہ خیال رکھتے ہیں کہ صحاح ستہ کی سب احادیث بالکل صحیح ہیں توانہیں ان کے متعلق اپنےقصورعلم کا اعتراف کرناچاہیئے۔حالانکہ ان کتب میں کچھ احادیث ایسی بھی پیش کی جاسکتی ہیں جن کے متعلق یہی بزرگ اقرارکرتے ہیں کہ وہ ضعیف ہیں لیکن پھر یہ کہتے پھرتے ہیں کہ ان کتب کی سب کی سب احادیث صحیح ہیں۔

((فالی اللہ المشتکی))

آج کل حدیث کا علم بہت کم رہ گیا ہے خصوصارجال کے فن اوراصول حدیث کا علم بہت ہی مشکل سے کہیں ملتا ہے۔اللہ تعالی ہمیں ہدایت دے آمین!

اصل بات یہ ہے کہ ان مشہوراورمستنداول کتب کوصحاح اس لیے کہا جاتاہے کہ ان کی اکثر احادیث صحیح اورقابل عمل ہیں اورقاعدہ ہے کہ حکم اکثریت پرلاگوہوتا ہے یعنی جس کی

اکثریت ہوتی ہے ۔ اس کا اعتبار کیا جاتا ہے قلت کو معدوم سمجھا جاتا ہے اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ القلیل کالمعدوم بعینہ اسی طرح چونکہ ان چھ کتب میں اکثر احادیث قوی ہیں اور امت مسلمہ ان پر عمل کرتی چلی آرہی ہے ۔

لہذا اکثریت کے اعتبار سے ان کتب کو صحاح کا لقب دیا گیا ہے انہیں صحاح ستہ کہا گیا ہے اور باقی جو بہت کم احادیث ضعیف اور ناقابل حجت ہیں انہیں نظر انداز کر کے ترک کر دیا گیا ہے ، کیونکہ وہ قلیل ہیں اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ان میں ضعیف احادیث سرے سے ہیں ہی نہیں اگر یہ بات کہی جائے تو پھر ان کتب کے مصنفین مثلا ابوداود، ترمذی ، نسائی ، وغیرہ ہم نے خود ان کتب میں موجود کچھ احادیث پر ضعف کا حکم لگایا ہے تو پھر اس کا مطلب کیا ہے یہ تو اس مثال کی طرح ہوا کہ مدعی سست گواہ چست یعنی خود مصنفین تو ان کتب کی احادیث کی تضعیف کریں اور یہ ان کی وکالت کرنے والے یہ دعوی کریں کہ ان کتب میں کوئی بھی حدیث ضعیف نہیں ہے ۔ وکیل سچا یا صیل ؟ باقی ان کتب کے مصنفین کا اپنی کتب میں ضعیف احادیث لانے سے ان پر کوئی قصور نہیں آتا کیونکہ انہوں نے احادیث کی اسانید ذکر کر دی ہیں ۔

لہذا وہ اپنے عہدہ سے سبکدوش ہو چکے ہیں ۔ باقی کوئی یہ دریافت کر سکتا ہے کہ آخر ان ضعیف احادیث کے ذکر کرنے کا مقصد کیا ہے تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ اس طرز عمل کے کئی مقاصد ہیں ۔

(۱) : ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مثلا کسی مسئلہ کے متعلق صحیح احادیث بھی وارد ہوئی ہیں تو اسی مسئلہ کی مخالفت میں کچھ ضعیف حدیثیں بھی ہیں تو اس صورت میں محدثین کرام دونوں ذکر کر کے ضعیف کے متعلق وضاحت کر دیتے ہیں کہ ضعیف حدیث ہے تاکہ ان ضعیف احایث کے سننے کے بعد کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اس مسئلہ کے متعلق فلاں حدیث

(صحیح) وارد ہے اسی طرح اس کے مقابلہ میں یہ حدیث (ضعیف) بھی وارد ہوئی ہے ۔

لہذا اس مسئلہ کے متعلق ہم جو راستہ بھی اختیار کریں درست ہے دونوں طریقے درست ہیں اور آپ کے اسم مبارک پر جلد حدیثیں مشہورہ ہو جاتی تھیں ۔ خصوصا اسلام کے اول دور میں اس لیے کتنے ہی واضعین حدثیں گھڑ گھڑ کر بیان کرتے رہتے تھے ۔ لیکن اب ان بزرگوں نے ان حدیثوں (ضعیف) کو مقابلہ میں ذکر کر کے ان کے حال سے واقف کر دیا ہے لہذا اب کسی کو یہ موقعہ نہیں مل سکتا کہ اس طرح کر سکے کیونکہ ہمارے پاس بھی دلیل موجود ہے ۔ لہذا دونوں طریقے درست ہیں کیونکہ اب کہا جا سکتا ہے کہ بھائی آپ کی دلیل چونکہ کمزور ہے لہذا ہماری دلیل کے مدمقابل نہیں بن سکتی ۔ اس کی ایک مثال یہ سمجھیں کہ فاتحہ خلف الامام پڑھنے کے متعلق بالکل صحیح بلکہ اصح احادیث وارد ہوئی ہیں مگر ساتھ ہی کچھ قرات خلف الامام (مطلق قراۃ نہ کہ قراۃ الفاتحہ) سے مانع روایات بھی موجود ہیں ۔

لہذا محدثین دونوں احادیث کو ذکر کر کے ان ضعیف احادیث کا حال بیان کرتے آئے ہیں تاکہ مقابل ان سے استدلال نہ کر سکے ۔

(۲) : ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کسی مسئلہ کے متعلق صحیح حدیث بھی ہے مگر اس کے موافق کچھ ضعیف حدیثیں بھی ہیں جن کا ضعف خفیف ہے تو محدثین ان ضعیف احادیث کو بھی ذکر کر دیتے ہیں تاکہ صحیح کچھ طرق (خواہ ضعیف ہی سہی) کی وجہ سے زیادہ قوی بن جائے یعنی اصل دلیل کی بنیاد صحیح حدیث ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ اس کے موافق ضعیف حدیثیں بھی آگئیں تو ثابت شدہ دلیل کو مزید تقویت حاصل ہو گئی ۔

(۳) : ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کسی مسئلہ کے متعلق یا کسی بات کے متعلق کوئی بھی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی مگر اس مسئلہ کے متعلق کسی صحابی کا قول یا فعل وارد ہوا ہے تو محدثین کرام رحمہم اللہ کسی ضعف خفیف کی حامل حدیث کو ذکر کرتے ہیں تاکہ اس قول یا فعل صحابی کو کچھ تقویت حاصل ہو یا اس طرح کہا جائے کہ اس طرف یہ پہلو کو ترجیح دی جا سکے ۔

(٤) : ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کوئی بھی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی مگر ایک ضعیف حدیث وارد ہوئی ہے لیکن وہ شدید ضعف کی حامل ہے ۔ لہذا محدثین کرام ایسی حدیث کو بھی بسا اوقات ذکر کرتے ہیں لیکن اس لیے نہیں کہ اس کو دلیل بنایا جائے بلکہ اس لیے کہ اس کا حال معلوم کر کے عوام کو اس سے احتراز کی تلقین کریں کیونکہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ جن سے ہر مسلم کو بے حد عقیدت مندی ہوتی ہے پھر جب وہ یہ سنتا ہے کہ فلاں مسئلہ کے متعلق یا فلاں معاملہ کے متعلق آپ کا ارشاد وارد ہے تو وہ اس کی اتباع کی کوشش کرتا ہے ، اس لیے محدثین رحمہم اللہ کو وہ حدیث لا کر تصریح کرنی پڑتی ہے تاکہ عوام بھی ان ضعیف یا موضوع حدیثوں کو بیان کرنے نہ لگ جائیں ۔ کیونکہ ایسی روایتوں کی نسبت بھی آپ کی طرف کرنا گناہ ہے

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :

((من حدث عني حديثا وهو يرى انه كذب فهو احد الكاذبين)) سنن ترمذي 'كتاب العلم 'باب ماجاء في من روي حديثا وهو يري انه كذاب 'رقم الحديث : ٢٦٦٢.

''یعنی جو کوئی ایسی حدیث بیان کرتا ہے جس کے متعلق وہ جانتا ہے تو وہ دو جھوٹوں یعنی بنانے والا اور بیان کرنے والا میں سے ایک جھوٹا ہے۔''

آپ ﷺ کی ذات گرامی پر جھوٹ باندھنا کبیرہ گناہ ہے۔ اگر ایسا شخص توبہ تائب نہیں ہوتا تو اس پر جہنم واجب ہے۔

ایسی ہی ضعیف اور موضوع حدیثوں میں کتنی ہی بدعات شنیعہ اور کئی شرکیہ اعمال مسلمانوں میں رائج ہو چکے ہیں، اس لیے محدثین جیسے خدا پرست انسانوں اور حق پرست علماء پر یہ تھا کہ وہ ایسی روایات سے امت مسلمہ کو آگاہ کریں تاکہ لاعلمی کی وجہ سے ہلاکت کے گڑھے میں نہ گریں۔

اس طرح کے کئی اور اسباب بھی ہوسکتے ہیں اگر کوئی اہل دانش شخص غور کرے گا تو اسے تھوڑا سا غور کرنے سے ہی ان پر اطلاع حاصل ہو سکتی ہے۔ مگر ہمارے اس کلام سے شاید کوئی شخص یہ خیال کرے کہ ایسی ضعیف احادیث کے متعلق محدثین کرام رحمہم اللہ ہر جگہ لامحالہ اور بالضرور تصریح کرتے ہوں گے اور ان کے اسانید کے رواۃ کے متعلق آگاہ فرماتے ہوں گے ہر جگہ یہ سمجھنا درست نہیں۔

کیونکہ کچھ جگہوں پر وہ دانستہ رواۃ کے متعلق تصریح نہیں کرتے اس لیے کہ وہ مجروح راوی اتنا معروف و مشہور ہوتا ہے اور اس کی بیان کردہ حدیثوں کا حال اتنا واضح ہوتا ہے کہ بہت کم حدیث کے ساتھ ممارست رکھنے والے کو بھی معلوم ہوتا ہے وہ راوی کتنے پانی میں ہے۔ اور وہ کون سی آفت ہے۔

مثلاً جابر جعفی وغیرہ تو اس صورت یہ بزرگ اس کی شہرت اور حدیث میں اس کے حال کے عام ہونے کی وجہ سے صرف سند ذکر کردیتے ہیں تاکہ اس سند کو دیکھنے والا فوراً معلوم کرکے ترک کردے۔ لہذا اس صورت میں محدثین کی تصریح کی کوئی ضرورت نہیں۔ افسوس! کہ آج کل اتنے بڑے مجروح راویوں کا علم رکھنے والے بھی کم ہوتے جارہے ہیں۔

محدثین دوسرے انسانوں کو بھی اس فن وعلم کی طرف متوجہ کرنے کے لیے بھی بسا اوقات کچھ احادیث کا ضعف بیان نہیں کرتے تاکہ طالب حدیث میں اس فن کا شوق وجزبہ پید اہو اور وہ خود اس فن میں مہارت حاصل کرلے تاکہ اس میں اتنی استعداد پیدا ہوجائے کہ وہ خود بھی کسی روایت کی کماحقہ تحقیق کرسکے ورنہ دوسری صورت میں حدیث کے طالب محض مقلد بن جائیں گے۔

باقی اس میں اتنی استعداد نہیں ہوگی کہ کسی حدیث کی تحقیق کرسکے۔ لہذا محدثین اس غرض سے بھی کہ طالب حدیث خود اتنی استعداد پیدا کرے کہ کسی حدیث کی تحقیق کرسکے رواۃ کے حالات بیان نہیں کرتے۔

امام محدثین امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں جو ابواب اور احادیث کے تراجم میں جو قابلیت دکھلائی ہے وہ کسی دوسرے محدث میں بمشکل نظر آتی ہے۔ باب باندھ کر اس کا ترجمہ لکھتے ہیں پھر اس کے تحت حدیث ذکر کرتے ہیں اور پھر کتنی ہی باران احادیث کو تراجم الابواب پر منطبق کرنے کے لیے شارح حیران رہ جاتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ طرز عمل اس لیے اپناتے ہیں کہ طالب علم بھی اپنے ذہن کو تیز کرے اور وہ احادیث سے مسائل کے استنباط پر قدرت حاصل کرے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف مجتہد ہے بلکہ مجتہد گر بھی ہے یعنی غیر مجتہد کو مجتہد بنانے والا ہے۔

بہر حال محدثین کرام رحمہم اللہ کا ضعف احادیث کو اپنی کتب میں ذکر کرنے کے کئی مقاصد ہیں لہذا انہیں ان احادیث کو لانے کی وجہ سے مطعون نہیں کیا جاسکتا۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ راشدیہ

صفحہ نمبر 109

محدث فتویٰ